نئے سال کو اس عزم اور ارادے کے ساتھ شروع کرو کہ ہم نے محنت کرنی ہے اور ہماری محنت ہی سے اعلیٰ نتائج پیدا ہونگے۔

(فرمودہ 7جنوری 1955ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"پچھلے جمعہ کے بعد مجھے شدید نزلہ ہوا۔ اس قسم کا شدید نزلہ مجھے کئی سال سے نہیں ہوا تھا۔ پہلی دو راتیں تو ایسی گزریں کہ رات بھر سوتے اور جاگتے ناک سے اس قدر پانی بہتا رہتا تھا کہ اس سے تکیہ بھر جاتا تھا۔ اس کے بعد مرض میں کمی آنی شروع ہوئی لیکن ابھی تک پوری طرح مرض نہیں گئی۔ تھوڑی سی شکایت باقی ہے بہت سی جاتی رہی ہے۔☆

یہ جمعہ اس سال کا پہلا جمعہ ہے۔ پچھلا جمعہ گزشتہ سال کا آخری جمعہ تھا۔ ہمیں اپنے اعمال پر غور کرتے ہوئے سوچنا چاہیے کہ ہر سال ہمارے کام کو کتنا بڑھا دیتا ہے اور ہماری ذمہ داری کو کتنا ادا کر دیتا ہے۔ ہر سال ہی میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور ہر سال ہی آپ میں سے مخلص لوگ نئے نئے عزم اور ارادے کرتے ہیں۔ لیکن جب سال گزر جاتا ہے تو ڈھاک[1] کے وہی تین پات نظر آتے ہیں۔ ہمارے ملک میں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے یا یوں کہو

☆ اس خطبہ کے بعد پھر شدید دورہ زکام کا ہوا جس کی وجہ سے بعد کا جمعہ میں نہیں پڑھا سکا۔

کہ ہماری قوم کی سب سے بُری مصیبت یہ ہے کہ ہم نے محنت کا مفہوم بالکل بدل دیا ہے۔ ایک نیک بات ہمارے بزرگوں نے ہمارے اندر جاری کی تھی اور ایک روحانیت کا دروازہ انہوں نے ہمارے لئے کھولا تھا۔ لیکن ہم نے وہی چیز دین کے خلاف اُلٹ کے رکھ دی اور اس کو ہم نے اپنے نفس کا بہانہ بنالیا۔ وہ بات یہ تھی کہ اعمال کے نتائج خدا تعالیٰ مرتب کرتا ہے۔ انسان صرف کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے اعمال کے جو اچھے نتائج نکلیں تم انہیں اپنی طرف نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کرو۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وَاِذَامَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ 2 کہ جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھے شفا دیتا ہے۔ یعنی بیماری میری طرف سے آتی ہے اور شفا خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ اس میں یہی نکتہ تھا کہ ہر نیک بات خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کرو اور ہر بُری بات اپنی طرف منسوب کیا کرو۔ لیکن ہم نے وہی بات اٹھا کر ان کے اور دین کے خلاف کر دی اور جب ہمارے کسی کام کا نتیجہ نہیں نکلتا تو ہم اسے اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم نے تو محنت کی تھی لیکن اس کا نتیجہ نکالنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں تھا۔ اگر اس نے نہیں نکالا تو اس میں ہمارا کیا اختیار ہے۔ اس طرح ہم اپنی کمزوری کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کے نام کا اتنا غلط استعمال کیا ہے کہ انہوں نے دین کی کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔ کسی زمانہ میں جب مسلمان کہتے تھے کہ اس گھر میں خدا ہی خدا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ اس گھر میں خدا تعالیٰ کی برکت پائی جاتی ہے، خدا تعالیٰ کی حکومت اس گھر میں ہے۔ لیکن آجکل لوگ جب کہتے ہیں کہ اس گھر میں اللہ ہی اللہ ہے تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اس گھر میں کوئی چیز نہیں۔ گویا جس چیز کو خدا تعالیٰ کی حکومت اور اس کی طاقت اور قوت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اسے اب نفی اور صفر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے نزدیک اب صفر ہے اس کی کوئی طاقت اور قوت نہیں۔

وہی معاملہ ہم نے توکّل سے کیا ہے۔ ہم ایک کام کرتے ہیں۔ اور جب اس کے لیے غلط طریق اختیار کرتے ہیں، اس کے لیے کمزور محنت کرتے ہیں یا اس سے قطعی غفلت کا معاملہ کرتے

ہیں اور لازماً اس کا نتیجہ صفر نکلتا ہے تو اسکا الزام خدا تعالیٰ کو دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس کا موجب خدا ہے۔ ہم نے تو اپنا پورا زور لگا دیا تھا۔ نتیجہ نکالنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں تھا ہمارے اختیار میں نہیں تھا۔ ہمارا مبلغ، کلرک، آڈیٹر، نائب وکیل، نائب ناظر، ناظر، وکیل اور پھر ہمارے استاد، پروفیسر اور علماء سارے کے سارے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا پورا زور لگا دیا ہے اور مقدور بھر محنت کی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ہمارا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ گویا ان میں سے ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ ہر اچھا کام اس سے سرزد ہوتا ہے اور بیڑا غرق کرنا خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ گویا جس ذات کو کسی زمانہ میں بیڑا تیرانے والا کہا جاتا تھا اب ہم اپنی غفلت اور سُستی پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے بیڑا غرق کرنے والا کہتے ہیں۔ اور اگر وہ بیڑا غرق کرنے والا نہیں بلکہ بیڑا تیرانے والا ہے تو بیڑا غرق ہم کرتے ہیں اور اپنی نادانیوں اور غفلتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر تم اس سال یہی نکتہ سمجھ لو کہ محنت اور قربانی کے بغیر دنیا میں کوئی کام نہیں ہوتا اور اگر واقع میں تم محنت اور قربانی کرو تو ناممکن ہے اس کا اعلیٰ نتیجہ پیدا نہ ہو۔ تمہارے کسی کام کا اعلیٰ نتیجہ نہیں نکلتا تو تمہارا بیڑا خدا تعالیٰ نے غرق نہیں کیا تم نے خود کیا ہے۔

اگر تم اس نکتہ کو سمجھ لو تو تمہاری کایا پلٹ جائے۔ اب ہمارا کارکن یہ کہتا ہے کہ میں نے تو اتنے گھنٹے کام کیا ہے۔ نتیجہ نکالنا تو خدا تعالیٰ کا کام تھا میرا کام نہیں تھا۔ لیکن اگر وہ 6 گھنٹے کی بجائے 8 یا 9 گھنٹے بھی بیٹھتا ہے اور اپنا وقت سستی اور غفلت میں ضائع کر دیتا ہے تو اُس کا کیا فائدہ؟ اس طرح اگر وہ پچاس گھنٹے بھی بیٹھے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ پھر اکثر کارکن تو ایسے ہوتے ہیں جو کام کرتے ہی نہیں۔ پھر ہمارے دفاتر میں چھٹیوں کا سلسلہ اس قسم کا چلا جاتا ہے کہ ہماری چھٹیاں گورنمنٹ کی چھٹیوں سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اب میں نے اس بارہ میں سختی شروع کی ہے تو چھٹیوں کا رجحان ایک حد تک کم ہوگیا ہے۔ لیکن پہلے یہ دستور تھا کہ ہمارے دفاتر میں چھٹیاں ہی چھٹیاں ہوتی تھیں چنانچہ جمعہ کی چھٹی کے علاوہ سال میں 90,80 چھٹیاں ہوجاتی تھیں۔ اب بھی سارے پاکستان میں سال بھر میں چھ چُھٹیاں ہوتی ہیں۔ تو ہمارے ہاں دس چھٹیاں ہوتی ہیں۔ حالانکہ تاجر اپنا کام کرتا ہے اور کوئی چھٹی نہیں کرتا۔ کارخانہ دار اپنا روزانہ کام کرتا ہے اور کوئی چھٹی نہیں کرتا۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کوئی ایک چیز اختیار کرلیں۔

جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کے افراد سے کہا تھا کہ وہ ہر سال کوئی ایک خُلق اختیار کرنے کا عہد کرلیا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ تم اس سال یہ خُلق اختیار کرو کہ تم محنت کا طریق اختیار کرو۔ اور اس کے ساتھ یہ یقین پیدا کرو کہ اگر تم محنت کرو گے تو لازماً اس کا اچھا نتیجہ نکلے گا۔ اور اگر نتیجہ اچھا نہیں نکلتا تو تم کذاب ہو تم نے محنت کی ہی نہیں ورنہ کیا وجہ تھی کہ تمہاری محنت کا اچھا نتیجہ نہ نکلتا۔ اگر تم اس نکتہ کو سمجھ لو تو تمہاری کایا پلٹ جائے گی اور ہر سال تمہارے کاموں کا عظیم الشان نتیجہ نکلے گا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی محنت کرے اور پھر اس کے کام کا اچھا نتیجہ نہ نکلے۔ ہمیں نظر آتا ہے کہ جس کسی نے بھی محنت کی ہے اس کی کایا پلٹ گئی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم محنت کریں اور ہماری کایا نہ پلٹے۔

بڑی مصیبت یہ ہے کہ جو ہمارے ذمہ دار کارکن ہیں انہوں نے اخلاقی نقطہ نگاہ کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ مثلاً ناظر اعلیٰ ہیں۔ ان کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ ماتحت نظارتوں کے کام کا معائنہ کریں۔ لیکن عملاً انہوں نے گزشتہ چالیس سال میں ایک دفعہ بھی معائنہ نہیں کیا۔ گویا یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ یہ فلاں جامع مسجد کے امام ہیں۔ اور ان میں خوبی یہ ہے کہ گزشتہ پچاس برس میں انہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھائی۔ اب یہ بات کوئی بیوقوف ہی کہہ سکتا ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں اگر تم پاگل خانہ میں بھی چلے جاؤ تو وہاں بھی کوئی یہ بات نہیں کہے گا۔ لیکن ہمارے ہاں یہ بات کہیں گے کہ ناظر صاحب اعلیٰ نے پچھلے چالیس سال میں ایک دفعہ بھی ماتحت نظارتوں کا معائنہ نہیں کیا۔ حالانکہ ان کا سب سے بڑا کام یہی تھا۔ اگر وہ سال میں تین چار دفعہ بھی نظارتوں کا معائنہ کر لیتے تو ہم سمجھتے انہوں نے ایک حد تک اپنا کام کیا ہے۔ اور پھر جب وہ سال میں تین چار دفعہ معائنہ کرتے تو ممکن تھا کہ وہ صرف کاغذات ہی دیکھتے۔ لیکن اگر ان میں عقل ہوتی تو وہ یہ بحث کرتے کہ فلاں نظارت کا کام کیوں سست ہے۔

کل ہی مجھے دیہاتی مبلغین ملنے آئے تو میں نے ناظر صاحب دعوت وتبلیغ سے کہا کہ مبلغین اپنی رپورٹ میں ملاقاتوں کے خانہ میں لکھتے ہیں کہ وہ عرصہ زیر رپورٹ میں فلاں فلاں سے ملے ہیں۔ لیکن اگر رپورٹوں کو دیکھا جائے تو ایک رپورٹ میں مثلاً احمد، محمد، اور خالد کے نام آتے ہیں۔ دوسری رپورٹ میں نظام دین، شمس دین اور جلال دین کے نام آجاتے ہیں۔

تیسری رپورٹ میں مبارک احمد، ناصر احمد، بشیر احمد کے نام آجاتے ہیں۔ اور چوتھی رپورٹ میں قدرت اللہ، شہاب اللہ، اور بقاء اللہ کے نام آجاتے ہیں۔ ناظر صاحب ابھی نئے ہیں لیکن میں نے ان سے کہا کیا آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ پہلے تین شخص جنہیں ہمارے کوئی مبلغ ملے تھے وہ کہاں گئے؟ وہ مرگئے ہیں یا گاؤں چھوڑ گئے ہیں کہ بعد میں ان کا ذکر ہی نہیں آتا۔ اگر تم غور کرتے تو تم سمجھ جاتے کہ ان لوگوں سے ان کی اتفاقی ملاقات ہوئی تھی۔ دوسری دفعہ چونکہ تین اَور آدمی اتفاقاً مل گئے اس لئے انہوں نے انکے نام دے دیئے۔ بہرحال تم نے کبھی مبلغین سے پوچھا کہ تمہاری پہلی تبلیغ کہاں گئی؟ آخر تم نے سال بھر کیا کام کیا ہے اگر تم انہیں پکڑتے تو لازمی طور پر یا یہ لوگ ختم ہو جاتے اور یا کام کرتے۔

یہی حال بیرونی انجمنوں کا ہے۔ ان میں بھی ہر سال نئے ارادے اور نئے عزم ہوتے ہیں۔ نئے وعدے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے نتائج بہت کم نکلتے ہیں۔ اب تک ہماری ساری کمائی ہمارے بیرونی مشن، چند تعلیمی ادارے اور چندے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کالج اور سکول دوسرے لوگوں کے پاس بھی ہیں۔ لیکن ہمارے پاس مبلغ ہیں، تبلیغی مشن ہیں جو اُن کے پاس نہیں۔ پھر ہمارے لوگ چندہ بھی بڑی محنت سے دیتے ہیں۔ اگرچہ جتنا چندہ اکٹھا کیا جاسکتا ہے ہمارا موجودہ چندہ اس کا قریباً نصف ہے۔ لیکن دوسرے لوگ اتنا چندہ بھی نہیں دیتے۔

ویسے کام تو ہمارے ذمہ ہزاروں ہیں۔ ہم نے صداقت کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ نہ صرف ہم نے اپنے آپ کو سچ کا عادی بنانا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی سچ کی عادت ڈالنی ہے۔ ہم نے خود اپنے آپ کو بھی محنتی بنانا ہے اور دوسروں میں بھی محنت کی عادت پیدا کرنی ہے۔ ہم نے خود بھی عالم بننا ہے اور دوسروں کو بھی عالم بنانا ہے۔ خود بھی منصف بننا ہے اور دوسروں کے اندر بھی عدل اور انصاف کی عادت پیدا کرنی ہے۔ اب دیکھ لو کتنے اخلاق ہیں جو ہم نے اپنے اندر اور دوسرے لوگوں کے اندر پیدا کرنے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ایک ایک صفت کے مقابلہ میں بعض دفعہ دس دس بیس بیس پچاس پچاس اخلاق آجاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی 99 صفات گنی جاتی ہیں۔ اگر ایک ایک صفت کے مقابلہ میں دس دس بیس بیس اخلاق ہوں تو ہزاروں اخلاق بن جاتے ہیں۔

اور ہم نے ان میں سے ہر خُلق کو نہ صرف اپنی ذات میں بلکہ دوسروں میں بھی پیدا کرنا ہے۔ لیکن اب تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب کیوں نہیں ہوئے؟ اس کی یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے اقرار پر قائم نہیں رہتے۔ اور تھوڑا بہت کام جو کرتے ہیں اگر وہ نامکمل رہ جاتا ہے یا اس کے بدنتائج نکلتے ہیں تو ہم یہ محسوس نہیں کرتے کہ وہ بدنتائج ہماری وجہ سے نکلے ہیں بلکہ ہم انہیں خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ نے تو احمدیہ جماعت کو اس لیے قائم کیا تھا کہ جو کام آسمان پر جاری ہو ہم اُسے زمین پر جاری کریں۔ لیکن عملی طور پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو کام کرتے ہیں خدا تعالیٰ اسے منسوخ کر دیتا ہے۔ ہم بدنتائج کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ان سے بری قرار دیتے ہیں۔ گویا ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت بھی ختم ہوگئی ہے، اس کی صفتِ مالکیت بھی ختم ہوگئی ہے، اس کی صفت رحمانیت بھی ختم ہوگئی ہے، اس کی صفتِ رحیمیت بھی ختم ہوگئی ہے، اس کی صفتِ ستّاریت بھی ختم ہوگئی ہے، اس کی صفتِ غفّاریت بھی ختم ہوگئی ہے۔ اس کی صفتِ مہیمنیت بھی ختم ہوگئی ہے، اس کی صفتِ جبّاریت بھی ختم ہوگئی ہے، مذہب بھی ختم ہوگیا ہے۔ صرف خدا تعالیٰ کی صفتِ قہّاریت باقی رہ گئی ہے۔ باقی سب کام اس نے چھوڑ دیئے ہیں اب وہ صرف قہار ہی قہار ہے۔ اور قہار کے بھی دو معنے ہیں۔ سچ کے مقابل پر جھوٹ کو دبا کر سچ کو اُبھارنے والا اور ذلیل کرنے والا۔ لیکن ہمارے زمانے میں وہ صرف ذلیل کرنے والا ہی ہے غالب کرنے والا نہیں۔ اگر تم یہ چیز سمجھ لو کہ تمہاری محنت اور قربانی سے ہی اعلیٰ نتائج نکلیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری یہ ساری حالت بدل جائیگی۔ پس تم خوب سمجھ لو کہ محنت اور قربانی کے بغیر خدا تعالیٰ کی مدد نہیں آئیگی۔ اور تم خوب سمجھ لو کہ اگر تم سچی محنت کرو گے تو اس کا اعلیٰ نتیجہ نکلے گا۔ اگر تمہارے کام کا اعلیٰ نتیجہ نہیں نکلتا تو اس کے معنے یہ ہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ یا پھر تم احمق ہو۔

قرآن کریم نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ کوئی عورت سارا دن محنت سے سُوت کاتا کرتی تھی۔ لیکن بعد میں وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی[3]۔ دراصل یہ ایک واقعہ ہے جو عرب میں مشہور تھا۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ عرب میں یہ واقعہ مشہور تھا کہ کوئی پاگل عورت تھی وہ سُوت کاتا کرتی تھی تا اس سے گاؤں والوں کی مدد کر سکے۔ اس کے سُوت کاتنے کے دوران میں

اگر کوئی مدد طلب کرنے والا آ جاتا تو وہ اُس کی مدد کرنے سے انکار کر دیتی اور کہتی کہ ابھی پورا سُوت تیار نہیں۔ جب وہ سُوت کات لیتی تو گاؤں کے قابلِ امداد لوگوں کے متعلق معلومات حاصل کرتی اور پھر اس سُوت کو کاٹ کر ان سب میں تقسیم کر دیتی۔ لیکن اس کی محنت سے کوئی شخص بھی فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ سُوت آٹھ آدمیوں کے کام آ سکتا تھا اور قابل امداد سَو آدمی ہوتے تو وہ اسے ٹکڑے کر کے سَو آدمیوں میں تقسیم کر دیتی اور اس طرح وہ کسی کے بھی کام نہ آ سکتا۔ تو فرمایا تم اس عورت کی طرح نہ بنو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم بیوقوف نہ بنو۔ تم محنت کرو اور عقل سے محنت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے خیال میں کسی کو کوئی چیز دے رہے ہو لیکن اسے اس کا کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو۔ تمہاری ہر تکلیف ایسی ہو جو دوسروں کو آرام دینے والی ہو۔ اگر تم کوئی ایسی تکلیف اٹھاتے ہو کہ اس سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچتا تو تمہاری وہ تکلیف خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ خدا تعالیٰ کو تمہاری وہی تکلیف پسند ہے جس سے دوسروں کو آرام ملتا ہے۔ اگر تم تبلیغ کرتے ہو اور اس کے نتیجہ میں کسی کو ہدایت مل جاتی ہے تو تمہارا یہ فعل خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ لیکن اگر تم تبلیغ کرتے ہو اور اس کے نتیجہ میں کسی کو ہدایت نہیں ملتی اور تم یہ کہہ دیتے ہو کہ ان لوگوں کے دل سخت ہو گئے ہیں تو تمہارا یہ کام خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ تم یہ کہتے ہو کہ میرے بھائی بھتیجے یا دوسرے رشتہ دار میری بات نہیں سنتے یا میری تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن تم بھی تو کسی کے بھائی تھے۔ تم بھی تو کسی کے بھتیجے تھے۔ تم بھی تو کسی کے بھانجے تھے۔ تم بھی تو کسی کے خاوند تھے۔ تم بھی تو کسی کے داماد تھے۔ تمہارا خدا تعالیٰ سے کیا رشتہ تھا کہ اس نے تمہیں ہدایت دے دی۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت کے دوست اپنے رشتہ داروں اور قریبی دوستوں کو صحیح طور پر تبلیغ نہیں کرتے ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان پر تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ کل ہی میرے پاس ایک عورت آئی وہ قادیان کے پاس کی رہنے والی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ چالیس سال سے میرا خاوند احمدی نہیں ہوا۔ میں اکیلی احمدی ہوں۔ وہ خود نیک عورت تھی اور موصیہ تھی اور میرے پاس یہ شکایت لے کر آئی تھی کہ اب میں 72,70 سال کی ہو گئی ہوں۔ اگر میں مر گئی تو میرا جنازہ کون لائے گا؟ میں نے اُسے کہا کیا تمہارا خاوند زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں وہ زندہ ہے لیکن احمدی نہیں۔ میں نے کہا کیا تمہارا اَور کوئی رشتہ دار احمدی نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کیا تمہارے

ماں باپ کی طرف سے بھی کوئی رشتہ دار احمدی نہیں ؟ اس نے کہا میرے بھائی احمدی ہیں ۔ میں نے کہا پھر تم میرے پاس کیوں آئی ہو۔ مجھے تو تمہاری موت کا پتا نہیں لگ سکتا۔ تم اپنے بھائیوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ مرنے کے بعد میری نعش یہاں لے آنا۔ اب دیکھو اتنا لمبا عرصہ ساتھ رہنے کے باوجود اس عورت کا خاوند احمدی نہیں ہوا تھا۔ ویسے یہ اس عورت کے ایمان کا کمال تھا کہ وہ اتنے لمبے عرصہ سے احمدیت پر قائم رہی۔ آخر اس کا خاوند اس کی مخالفت کرتا ہوگا۔ لیکن اس عورت میں فَعَّال کی صفت نہیں تھی ۔ اور خدا تعالیٰ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ [4] بھی ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے تو یہ صفت اس کے بندوں کے اندر بھی ہونی چاہیے۔ لیکن وہ عورت فَعَّال نہیں تھی ۔ اس کی شادی پر چالیس سال گزر چکے تھے لیکن نہ وہ اپنے خاوند کو احمدی کر سکی اور نہ اُس کا خاوند اُسے اپنی طرف لے جا سکا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی ٹائپ کے تھے ۔ لیکن بہر حال ہمیں اپنے آدمی کے متعلق افسوس ہے کہ وہ دوسرے پر کوئی اثر نہ ڈال سکا۔

پس تم یہ ارادہ کر لو کہ تم اس سال میں ہر جگہ شور مچاؤ گے کہ عمل کرو، عمل کرو، عمل کرو۔ اور یہ خیال دل سے نکال دو گے کہ تمہارے کاموں کا خراب نتیجہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نکلتا ہے۔ اگر تم سچی محنت کرو گے تو لازمی طور پر اس کا اعلیٰ نتیجہ نکلے گا۔ اگر تمہارے کسی کام کا بُرا نتیجہ نکلتا ہے تو اس کا موجب تم خود ہو۔ خدا تعالیٰ بناتا ہے تم ضائع کرتے ہو۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ بیماری تم خود لاتے ہو شفا خدا تعالیٰ دیتا ہے۔ پس جب بھی کوئی کام ٹُوٹے گا تمہاری طرف سے ٹُوٹے گا۔ اور جب بھی کوئی کام بنے گا تو وہ خدا تعالیٰ بنائے گا۔ اگر تم یہ نکتہ سمجھ لو تو تمہاری حالت بدل جائے گی۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا يَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مجھ میں تین بُری عادتیں ہیں جن کو ترک کرنے کی میں اپنے اندر طاقت نہیں پاتا۔ آپؐ کوئی ایسا طریق بتائیں جس کے اختیار کرنے سے میں ان بُری عادات سے چھٹکارا حاصل کر سکوں ۔ ان تین بُری عادات میں سے ایک جھوٹ بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم میری ایک بات مان لو دو کا میں ذمہ لیتا ہوں ۔ تم ایک عیب چھوڑ دو یعنی جھوٹ بولنا۔ اس نے کہا بہت اچھا اَور چلا گیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ شخص دوبارہ آیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا اب تمہارا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا

يَـا رَسُوْلَ اللّٰـه! جھوٹ کے چھوڑنے سے سارے عیوب چھوٹ گئے۔ میں جب بھی کوئی غلطی کرنے لگتا تو خیال آتا تھا کہ نہیں لوگوں کو کیا جواب دوں گا۔ اگر سچ بولوں گا تو لوگ بُرا بھلا کہیں گے۔ اور اگر جھوٹ بولا تو اپنا عہد توڑوں گا۔ اس طرح محض جھوٹ نہ بولنے کی برکت سے میں سب عیوب سے نجات پا گیا ہوں5۔

اِسی طرح اگر تم اس سال محض یہ عہد کرلو کہ ہم نے محنت کرنی ہے اور ہماری محنت سے ہی اعلیٰ نتائج پیدا ہوں گے۔ اور اگر ہمارے کسی کام کے اعلیٰ نتائج پیدا نہ ہوئے تو ہمیں اقرار کرنا ہوگا کہ ہم نے محنت نہیں کی یا کوئی حماقت کی ہے جس کی وجہ سے ہماری محنت کا صحیح نتیجہ نہیں نکلا تو تمہاری کایا پلٹ سکتی ہے۔ پس تم یہ سال اِس نئے ارادہ اور عزم سے شروع کرو۔ اس کے نتیجہ میں تم اگلا سال اس سے بھی نیک اور اعلیٰ ارادہ سے شروع کروگے۔ اور تم اپنے ایمانوں میں ایسی پختگی دیکھو گے جس کو کوئی شخص توڑ نہیں سکے گا۔"

(الفضل 26 جنوری 1955ء)

1: ڈھاک کے تین پات (کہاوت): بے نتیجہ، لاحاصل (اُردو لغت تاریخی اُصول پر جلد دہم صفحہ 211۔ کراچی جنوری 1990ء)

2: الشعراء: 81

3: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (النحل: 93)

4: ھود: 108

5: تفسیر کبیر رازی جلد 8 صفحہ 419 مطبوعہ قاہرہ 2012ء۔ زیر آیت سورۃ توبہ آیت: 119
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ